اصلاحی مواعظ (۱۶)



# ذکر اللہ کے فضائل

اللہ کے ذکر کی اہمیت اور
اِصلاحِ نفس میں اُسکی حیثیت

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۲۸۳

# ذکر اللہ کے فضائل

اللہ کے ذکر کی اہمیت اور
اصلاحِ نفس میں اسکی حیثیت

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۲۸۳

تقریر : جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

موضوع : ذکر اللہ کے فضائل

ضبط و ترتیب : محمد ناظم اشرف

باہتمام : محمد ناظم اشرف

مقام : جامعہ دار العلوم کراچی

کمپوزنگ : پیراگون گرافکس (نابھہ روڈ، پرانی انار کلی، لاہور)

ناشر : بیت العلوم ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انار کلی لاہور۔

فون نمبر : ۷۳۵۲۲۸۳
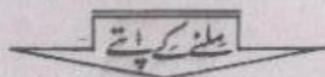
بیت العلوم — ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انار کلی لاہور

ادارہ اسلامیات — ۱۹۰، انار کلی لاہور

دار الاشاعت — اردو بازار، کراچی نمبر ۱

بیت القرآن — اردو بازار، کراچی نمبر ۱

ادارۃ القرآن — چوک لسبیلہ، گارڈن ایسٹ کراچی

ادارۃ المعارف — ڈاکخانہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دار العلوم — جامعہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

# فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○



# ذکر اللہ کے فضائل



## بعد از خطبہ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط یٰاَیُّھَاالَّذِیۡنَ
اٰمَنُوۡا اذۡکُرُوۡا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا وَّ سَبِّحُوۡہُ
بُکۡرَۃً وَّ اَصِیۡلاً صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

(پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۱و۴۲

بزرگان محترم اور برادران عزیز!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

## رمضان کے آخری عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

رمضان کا اخیر عشرہ سارے رمضان کا عطر اور نچوڑ ہوتا ہے اور اس عشرہ کے اندر اللہ تعالیٰ اپنی بخششوں اور رحمتوں کا دروازہ کھول دیتے ہیں چاہے وہ دن ہو یا رات۔ اس عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر ہونے کا احتمال بھی ہے۔ حدیث میں اس عشرہ کو "عِتقٌ" مِنَ النَّارِ" قرار دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس عشرہ میں اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے رہائی کا پروانہ عطا فرماتے ہیں۔ نیز حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب عشرہ اخیرہ داخل ہوتا تو "شَدَّ میزرہ" اس کا لفظی معنی "ازار باندھنا" ہے لیکن مراد کمر کسنا ہے جس کے معنی یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں زیادہ سے زیادہ محنت اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

"وَاَحیٰ لَیْلَہ، وَاَیْقَظَ اَھْلَہ"

(عن عائشہؓ متفق علیہ)

اور اس آخری عشرہ میں اپنی رات کو بیدار رکھتے اور اللہ کی عبادت کرتے

تھے نیز گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ عام راتوں میں آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب آپ تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اس بات کا اہتمام فرماتے کہ گھر والوں کی نیند میں خلل نہ آئے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے

"قَامَ رُوَیْدًا وَ فَتَحَ الْبَابَ رُوَیْدًا"

کہ آپ ﷺ آہستگی سے بستر سے کھڑے ہوتے اور دروازہ بھی آہستگی سے ہی کھولتے تاکہ دوسروں کی نیند میں خلل نہ آئے، لیکن رمضان کے عشرہ اخیرہ میں گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ اللہ کی عبادت کا وقت ہے اسلئے اٹھو اور نماز پڑھو! اور بعض روایات میں ہے کہ "کَثَّرَ صَلٰوتَہ" آپ ﷺ ان دنوں میں نماز کی کثرت کیا کرتے تھے اور یہ عمل صرف طاق راتوں کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ ہر رات کو ایسا ہوتا تھا۔ حاصل یہ ہوا کہ عشرہ اخیرہ اللہ جلّ شانہ کے ذکر میں گزارنے کیلئے ہے لہٰذا اس میں زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔

## آخری عشرے کا صحیح استعمال

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدّس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ عشرہ اخیرہ کو جلسوں، تقریبوں اور دعوتوں وغیرہ میں

گزارنا بُری بات ہے، کیونکہ یہ راتیں ان کاموں کیلئے نہیں بلکہ عمل کرنے کیلئے ہیں' لہٰذا عشرہ اخیرہ کو ان مواقع میں استعمال کرنا ان اوقات کا صحیح استعمال نہیں ہے۔ یہ راتیں تو اس لئے ہیں کہ انسان گوشۂ تنہائی میں ہو اور اس کا رابطہ اپنے مالک سے اس طرح قائم ہو کہ اسکے اور اللہ کے علاوہ کوئی تیسرا نہ ہو۔ اور ان اوقات کو اللہ کے ذکر میں گزارے کہ زبان سے بھی ذکر کرے اور دل سے بھی یہاں تک کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ کا ذکر ہو۔ اسی لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے

"یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا"

"اے مومنو! اللہ کا ذکر کرو کثرت سے"۔

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کی اہمیت اور اسکی محبت ہمارے دلوں میں ڈالدے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

## ذکر کون کرے؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ذکر تو صوفی لوگ کرتے ہیں' مولویوں کو ذکر سے کیا نسبت؟ انکو چاہیئے کہ وہ کتاب پڑھیں، پڑھائیں اور مطالعہ وغیرہ کریں۔ ذکر تو صوفیوں کا کام ہے کہ خانقاہوں میں جا کر ذکر میں

مشغول رہتے ہیں۔خوب سمجھ لیجئے کہ میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اسمیں خطاب تمام مومنین کو ہے اور ظاہر ہے کہ مولوی بھی تو ایمان والا ہوتا ہے لہٰذا اسکو بھی یہ حکم شامل ہے۔اور جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا کام تو محض کتاب پڑھنا، پڑھانا اور مطالعہ ہے اور احادیث میں وارد طریق ذکر سے بالکل گریزاں رہتے ہیں۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے کیونکہ آیت میں تمام مومنین کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے "اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو"۔ معلوم ہوا کہ ذکر ایک آدھ مرتبہ کر لینا بھی کافی نہیں بلکہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔

## سب سے افضل عمل

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

"اَنْ یَکُوْنَ لِسَانُكَ رَطْباً بِذِکْرِ اللّٰہِ"

(ترمذی شریف ج۲ ص ۱۷۳)

"افضل عمل یہ ہے کہ تیری زبان، اللہ کے ذکر سے تر رہے"۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ادھر تو ہاتھوں سے دنیا کے کام دھندے ہو رہے ہیں اور اُدھر زبان سے اللہ کا ذکر ہو رہا ہے اور حالت یہ ہے کہ دھیان اور فکر کہیں اور ہے تو ایسی حالت میں ذکر کرنے سے کیا فائدہ ؟ تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ شیطان کا ایک بڑا دھوکہ ہے کیونکہ زبان سے ذکر کرنا، اگرچہ دل و دماغ کہیں اور ہو بہت بڑی نعمت ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

## ذکر اللہ ایک سیڑھی ہے

بعض لوگوں نے یہ شعر مشہور کر رکھا ہے کہ ۔

ہر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

یعنی زبان پر تسبیح اور دل میں گائے اور گدھے کا خیال ہے تو ایسی تسبیح سے کیا فائدہ ؟ اسکے بارے میں حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا حقیقت شناس نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ

بر زبان تسبیح و رده گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر

کہ اگرچہ زبان پر تسبیح اور دل میں گائے اور گدھے کا خیال ہے۔ لیکن اللہ کے فضل سے یہ تسبیح بھی اثر رکھتی ہے۔

یاد رکھیں! کہ جو زبان ذکر اللہ سے تر نہ ہو اس کا دل بھی کبھی آباد نہیں ہو سکتا کیونکہ زبانی ذکر کی حیثیت پہلی سیڑھی کی سی ہے جو اس کو طے نہ کرے گا، اس کے دل میں اللہ کا ذکر کیسے آئے گا؟ لہٰذا اللہ جل شانہ سے رابطہ استوار کرنے کے لئے پہلا زینہ "ذکر لسانی" ہے لہٰذا اس کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے

## ذکر ایک توانائی ہے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر ایک توانائی ہے۔ جس طرح صبح کو ناشتہ کرنے کا مقصد توانائی کا حصول ہوتا ہے اسی طرح ذکر دل کے اندر تقویت پیدا کرتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان کے اندر ایسی ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان نفس کے شر پر ہمیشہ غالب ہوتا ہے۔ تو ذکر کا ثواب اپنی جگہ ہے لیکن نقد فائدہ یہ ہے کہ ذکر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کے اندر ہمت پیدا فرما دیتے ہیں اور نفس و شیطان کو چکر دینے میں اس کا بڑا دخل ہے کہ آدمی ذکر کی وجہ

سے کبھی مغلوب نہیں ہوتا اس سے اللہ کی طرف رجوع کی توفیق پیدا ہوتی ہے اور گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو دیکھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ گناہ کے سارے اسباب اس حد تک جمع ہو گئے کہ بچ نکلنا مشکل ہے اور ادھر سے وہ کہہ رہی ہے "ھَیْتَ لَکَ" اس موقع پر انہوں نے فوراً کہا "مَعَاذَ اللّٰہِ" یعنی اللہ کی پناہ۔ باوجودیکہ ایک تفسیر کے مطابق دل میں خیال بھی گذرا لیکن ان کو اس بات نے کہ انہوں نے اللہ کو یاد کر کے اللہ کی پناہ حاصل کر لی جس کی وجہ سے وہ جگہ جہاں پاؤں پھسلے بغیر کوئی چارہ نہ تھا، ثابت قدم رہے اور اس کام سے رک گئے اور آگے فرمایا

"اِنَّہٗ رَبِّیۡ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ"

اس کی دو تفسیریں بیان کی گئیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "ربّی" سے مراد زلیخا کا خاوند ہے جو کہ عزیز مصر تھا اور اس نے ہی ان کو خریدا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں کہ اگرچہ تو نے دروازے میں

تالے ڈال کر ان کو بند کر دیا ہے تا کہ کوئی نہ دیکھے اور نہ کسی کو پتہ چلے لیکن میرا پروردگار جو مجھے ہر جگہ دیکھ رہا ہے اور اس نے میرا بہترین ٹھکانہ بنایا۔ گویا اس موقع پر اللہ کو یاد کیا اور اس کی نعمت کو پیشِ نظر رکھا اس ذکر کی برکت سے محفوظ رہے۔ اسی لئے ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ ذکر کی اس توانائی کو اپنے پلے باندھ لو، خود بخود گناہوں سے بچ جاؤں گے۔

## حضور اکرم ﷺ کی تلقین فرمودہ تسبیحات

اب طریقہ کار یہ ہے کہ جب کسی شخص کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ ہر شخص کے مناسب حال تسبیحات پڑھنے کو کہتے ہیں ان کی ہدایت کے مطابق وہ بھی مفید اور ضروری ہیں۔ لیکن بعض تسبیحات خود حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائی ہیں جن کے لئے کسی مزید اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہر شخص اس کا معمول بنا سکتا ہے۔

۱۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

۲۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

۳۔ استغفار

۴۔ درود شریف

## ذکر کبھی بھی ترک نہ کریں

ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ایک شخص نے لکھا کہ ذکر طبعیت پر بہت بار معلوم ہوتا ہے۔ دراصل آدمی جب ذکر شروع کرتا ہے تو پہلا مرحلہ یہی ہوتا ہے کہ انسان کو ایسا لگتا ہے کہ وہ سخت مشقت میں مبتلا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان دل نہ لگنے کی وجہ سے ذکر ترک کر دیتا ہے۔ تو ان صاحب نے بھی یہی لکھا اور کہا کہ جب ذکر کرنے بیٹھوں تو جی گھبرا اٹھتا ہے جس کی وجہ سے ذکر نہیں کر سکتا۔ اس سوال کے جواب میں حضرت نے بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی کہ بار ایک مشقت ہے، مشقت میں اگر جی نہ لگے تو سمجھ لو کہ مشقت بھی نفع میں جی لگنے سے کم نہیں ہے، یعنی اگر ذکر کرنے میں مشقت ہو رہی ہے تو یہ مشقت بھی فائدہ دینے میں دل لگنے سے کم نہیں ہے، اس لئے کہ اگر ذکر میں دل لگتا تو ہو سکتا ہے کہ وہ ذاکر لطف اور مزے کی خاطر ذکر کر رہا ہو کہ اس کا دل ذکر میں لگتا ہے بخلاف اس شخص کے جس کو مشقت ہو رہی ہے کیونکہ اس کا مقصود تو اللہ جل شانہ کی رضا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ شخص ثواب میں اس سے بڑھ جائے۔ اس لئے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ

مشقت کی موجودگی میں ذکر سے کیا فائدہ؟ لہٰذا طریقہ کار یہی ہے کہ جب ذکر کرنے بیٹھے تو چاہے دل لگے یا نہ لگے، وحشت ہو یا نہ ہو، ہر صورت ذکر کرتے رہنا چاہیے۔ ہمارے سارے بزرگوں کی یہی تعلیم تھی کہ چاہے دل گھبرائے یا وحشت ہو، برداشت کرو۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ایسا کوئی علاج بتائیں جس سے گھبراہٹ ختم ہو جائے۔ تو یاد رکھیں نہ ہی کوئی اس کا علاج ہے اور نہ ہی کوئی گولی اور معجون ایسی ہے جس کو کھلا کر دل کو ذکر میں لگایا جا سکے۔

یاد رکھیں! کہ دل و دماغ کہیں اور ہے اور زبان ذکر میں لگی ہوئی ہے یہ عمل بھی اللہ کو بہت پسند ہے کیونکہ بعض اوقات اس میں روحانیت، بہ نسبت مزہ لینے والے کے ذکر سے زیادہ ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ نے کئی ہفتے روحانیت اور نورانیت کی حقیقت پر بیان کیا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ "کشف ہو جانا" اور اعمال میں مزہ آنا، یہ کوئی مقصود نورانیت ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ نورانیت روحانی ترقی نہیں ہے بلکہ حقیقی نورانیت تو اتباع میں ہے کہ جس دن اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا اسی دن وہ نورانیت حاصل ہو جائے گی جس سے روح کو ترقی ہو، جو اس ذکر و اطاعت سے مطلوب ہے خواہ مزہ آئے یا نہیں۔

## شیخ کون بن سکتا ہے؟

ہمارے یہاں ایک صاحب شیخ طریقت کے نام سے مشہور ہیں، جن کے پیچھے اچھے خاصے لوگ ہوتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ جو شیخ اپنے مرید کو مسجد حرام میں نماز نہ پڑھوا سکے، وہ شیخ بننے کے لائق ہی نہیں یعنی اس کو کوئی ایسا مراقبہ کروائے کہ جس کی وجہ سے وہ مسجد حرام میں نماز پڑھ سکے تو لوگوں کے دماغ میں یہ بات آگئی کہ یہ مراقبات اور مکاشفات وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان کو خاص تقرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔یاد رکھیں! کہ ان چیزوں کی روحانی ترقی کے اعتبار سے کوئی حقیقت نہیں ہے، اگر اللہ کی طرف سے کسی پر انعام لگ جائے تو یہ بڑی نازک نعمت ہے اور اس کے حاصل ہونے کے بعد بھک جانے اور گمراہ ہو جانے کا بڑا خطرہ رہتا ہے ایسی نعمت کو سنبھالنا اور اپنے آپے میں رہنا آسان کام نہیں ہے لہٰذا کبھی اس کی ہوس نہ کرو، بس اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار رکھو کیا اللہ تعالیٰ حرم میں بیٹھے ہوئے ہیں؟ یا وہ ان کا مقام ہے؟ یہ سراسر جاہلیت کی بات ہے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ حرم میں ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔لہٰذا جس دن تم نے اللہ کے ساتھ راستہ استوار کر لیا تو سمجھ لو کہ تمہیں حرم حاصل

ہو گیا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ع۔

ہر شب شبِ قدر ست گر قدر بدانی

کہ تم جو شب قدر ڈھونڈتے پھرتے ہو، اگر قدر پہچانو تو ہر شب، شب قدر ہے اسی لئے حدیث میں ہے،

"اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤمِنِیْنَ"

"نماز مومنین کی معراج ہے"

اس لئے یہ سمجھنا کہ اگر نماز پڑھنے کے لئے مراقب ہو کر حرم نہ گئے تو کامل نہ ہوں گے، سراسر جاہلیت اور دین کی حقیقت سے ناواقفیت ہے۔ للہذا دین کے ساتھ تعلق اور اللہ کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ہر حال میں ذکر کرو، اس کو ترک نہ کرو۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا ذکر کے بارے میں طرز عمل

چنانچہ علم و فضل کے آسمان اور فتح الباری کے مصنف علامہ ابن حجرؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں چونکہ لکڑی کے قلم ہوتے تھے، جب وہ خراب ہو جاتے تو اس پر چاقو کا قط رکھنا پڑتا تھا تاکہ وہ صحیح

لکھیں تو جب وہ کتاب لکھتے تھے اور لکھتے لکھتے قلم خراب ہو جاتا تو جتنی دیر تک قلم کو روکتے تھے، اتنی دیر بھی فارغ گذرنا ان کو گوارا نہ تھا اور ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتے تاکہ یہ وقت بھی اللہ جل شانہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ذکر کی عادت بنادیتے ہیں تو وہ جزو زندگی بن جاتی ہے اور اس کے بغیر چین نہیں آتا لہذا اصل بات تو یہی ہے کہ انسان ہر حال میں ذکر میں مشغول رہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں کی ذکر کے بارے میں عادت نہیں بنی، ان کی کمزوری کا لحاظ کر کے بعض لوگوں نے ذکر کے کچھ طریقے بتادیئے ہیں کہ اگر اس طریقے سے ذکر کرو گے. تو دل بھی لگے گا اور گھبراہٹ بھی نہیں ہو گی اور رفتہ رفتہ عادت بھی ہو جائے گی اور یہ طریقے بتانے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا دل لگ جائے اور وہ اللہ کے راستے سے ہٹ نہ جائے یا پھر ایک خاص بیماری کا علاج مقصود ہے۔

## ذکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے

ان ہی طریقوں میں سے ایک طریقہ "ذکر بالجہر" ہے کہ ایک شخص آہستہ آواز سے تنہائی میں بیٹھ کر ذکر کر رہا ہے تو اس میں دل الجھتا ہے اس

لئے طریقہ یہ بتایا کہ آواز کو بھی بلند کرو اور تھوڑا سا "لحن" بھی پیدا کرو تا کہ اس میں دل لگ جائے اور اس کا طریقہ بھی بتایا کہ تم لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کہو تو طریقہ یہ ہو کہ لَا اِلٰہَ کہتے ہوئے سر کو پیچھے کی طرف جھکا دو کہ میں اللہ کی محبت کے علاوہ ہر چیز اور اس کی محبت کو پس پشت ڈال رہا ہوں اور "اِلاَّ اللّٰہُ" کی ضرب لگا کر دل میں اللہ جل شانہ کی محبت کو داخل کر لو۔ اگر پابندی سے ایسا کرتے رہے تو یقیناً غیر اللہ کی محبت دل سے نکل جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں جم جائے گی۔

## ذکر کے چند اور طریقے

بعض حضرات نے کہا کہ جب ذکر کرنے بیٹھو تو چار زانو ہو کر بیٹھو اور بائیں گھٹنے کے اندر کی رگ کو اپنے دائیں انگوٹھے سے قینچی کی طرح پکڑ لو۔ ایسا کرنے سے فضول خیالات اور وساوس کم آئیں گے۔ اسی طرح سانس سے اذکار بھی ایک طریقہ ہوتا ہے کہ جس میں ہر سانس کے لینے میں ذکر اللہ کو اس طرح جذب کر لیا جاتا ہے کہ گویا ہر سانس کے ساتھ ذکر نکل رہا ہے۔ "سلطان الاذکار" بھی ذکر کی ایک خاص قسم ہے جس میں ہر قسم کی لطافت جاری ہوتی ہیں۔ اور یہ ذکر عام لوگوں کے بس کی

بات نہیں صرف ذکر کی خاص مشق اور کیفیت حاصل کرنے والے اللہ کے خاص بندے اور اولیاء اللہ ہی کر سکتے ہیں۔ اور صوفیاء کرام نے ذکر کا یہ طریقہ بھی بتایا ہے کہ جب ذکر کرو تو یہ تصور کرو کہ کائنات کی ہر چیز ذکر کر رہی ہے تو اس تصور سے ایک خاص قسم کا نشاط پیدا ہوگا اور ذکر میں دل لگ جائے گا۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کو یہی نشاط حاصل تھا

جیسے قرآن حکیم میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ جب وہ ذکر کرتے تھے تو ان کے ساتھ پہاڑ اور پرندے وغیرہ بھی ذکر کرتے تھے چنانچہ قرآن میں ہے

"اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً"

(پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۱۸-۱۹)

ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ نے ایک بڑی پیاری بات "مسائل سلوک" میں لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اس انعام کو ذکر فرمایا کہ ان کے ذکر کے ساتھ پہاڑ اور پرندے وغیرہ

بھی ذکر کرتے تھے تو ان کے ذکر سے حضرت داؤد علیہ السلام کو کیا فائدہ ہوتا تھا؟ تو حضرت نے جواباً لکھا کہ ذکر چاہے خلوت میں ہو یا جلوت میں، ہر صورت بڑی نعمت ہے لیکن اگر ذکر کرنے والے کے ساتھ کچھ جماعت بھی شامل ہو جائے تو اس کے ذکر میں نشاط، اور کیف و سرور پیدا ہو جاتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو یہی نشاط حاصل ہو جاتا تھا۔

## بدعت کیا ہے؟

ہمارے یہاں "دوازدہ تسبیحات" جو مشہور ہیں اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ "لَآ اِلٰہ" کے ذریعے گردن کو خفیف سا جھٹکا دے اور "اِلاَّ اللّٰہُ" کی ضرب دل پر لگائے اور یہ طریقہ ہمارے سارے مشائخ بتاتے چلے آرہے ہیں لیکن اس طریقہ کو بھی "مسنون" سمجھ لینا بدعت ہے۔ لوگ ذکر کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے تو کیا ہی نہیں اور نہ آپ ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا ایسا کرنا بدعت ہے جس کا تم ارتکاب کر رہے ہو۔

ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کے سب مشائخ بدعتی ہیں (مَعَاذَ اللّٰہ) اس لئے کہ یہ جو ذکر کے طریقے بتاتے ہیں وہ حضور اکرم

ﷺ سے ثابت ہی نہیں لہذا یہ بدعت ہے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہیں نزلہ، زکام ہو جائے تو تم جو شاندہ پیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو میں نے پوچھا کیا جو شاندہ پینا آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس زمانے میں نہیں تھا تو ثابت کیسے ہوتا۔ لہذا یہ بھی بدعت ہے جس طرح جو شاندہ کو علاج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح جب کسی آدمی کا دل ذکر میں نہیں لگتا تو اس سے اس غفلت کی بیماری کو دور کرنے کے لئے ذکر کا کوئی طریقہ علاج کے طور پر بتایا گیا ہے جس کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں اور اس کو اس حد تک رکھنے میں کوئی بدعت نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ طریقہ بھی سنت یا مستحب یا افضل ہے تو یہ بدعت ہے۔

## سب سے افضل ذکر کونسا ہے؟

یاد رکھیں! کہ قیام قیامت تک اور ہر حال میں افضل ذکر ذکر خفی ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے

"اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَ خُفْیَۃً"

(پ ۸ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۵)

اور

"وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ

خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ"

(پ ۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۸)

کہ ذکر، تضرع کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے کرو، بلند آواز سے ذکر کرنا زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور حدیث میں ہے

"خَيْرُ الدُّعَآءِ خَفِيٌّ"

"بہترین دعا آہستہ (دعا مانگنا) ہے"

ہاں ذکر بالجہر بھی جائز ہے لیکن ہمارے بزرگ ذکر خفی ہی کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔

## لہجہ مقصود ہے یا ذکر؟

ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ سے ایک صاحب نے آکر کہا کہ حضرت! میں تسبیحات تو بہت پڑھتا ہوں لیکن وقت نہ ملنے کی وجہ سے مخصوص انداز سے نہیں پڑھ سکتا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ لہجہ مقصود ہے؟ یا ذکر! انہوں نے کہا کہ حضرت! ذکر ہی مقصود ہے، لہجہ تو

مقصود نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب لہجہ سے کوئی فرق نہیں
پڑتا تو بغیر لہجہ کے پڑھ لیا کرو اور فرمایا کہ میں اکثر اوقات "دوازدہ تسبیح" بغیر
لہجہ کے پڑھتا ہوں اور بڑی آسانی سے دس، پندرہ منٹ میں پڑھ کر فارغ
ہو جاتا ہوں اور اگر لہجے سے پڑھیں تو آدھ گھنٹہ یا چالیس منٹ درکار ہیں۔

## بدعت کو اس کے دائرے میں رکھیں

ہمارے زمانے میں ایک قوم ایسی بھی ہے جو صوفیائے کرام کے ایسے
اصلاحی طریقوں کو بھی بدعت کہتی ہے جیسے آج کل سعودی عرب کے
بعض لوگ ہیں۔ وہ لوگ ردبدعت کے بارے میں بہت غلو سے کام لیتے
ہیں اور اس سلسلہ میں اعتدال کے راستے سے ہٹ گئے، ہمارے ہاں بھی
ان کے پیروکار پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تصوف، خانقاہ چلہ کشی اور
ذکر کا وہ خاص طریقہ جو بیٹھ کر کر لیا جاتا ہے، سب بدعت ہے تو اس کا
جواب وہی جو شانہ والی مثال ہے اور دوسری طرف ایک ایسا فرقہ پیدا ہو
گیا جس نے ان ہی چیزوں کو مقصود بالذات بنا لیا جیسے آج کل کے جاہل پیر
کہ وہ ان کو ان خاص طریقوں اور طرز کو ہی مقصود قرار دیتے ہیں یہ بھی
اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں لیکن اصل راستہ ہمارے بزرگوں کا بتایا ہوا

ہے جنہوں نے ہم کو اعتدال کے راستے کی تعلیم دی اور طریقوں میں جو چیزیں محض جائز تھیں ان چیزوں کو صرف جائز کے درجے میں رکھا۔ اصل مقصود یا مسنون قرار نہیں دیا اور جائز چیزوں کو بدعت بھی نہیں سمجھا۔ ہر بات کو اس کی حد پر رکھا۔



## فکر سے انس ہونا ذکر کی برکت ہے

ایک شخص نے حضرت کو اپنے حال کے بارے میں لکھا کہ ذکر چھوڑنے کو دل چاہتا ہے اور بیٹھ کر سوچنے کو دل چاہتا ہے اور ذکر میں طبعیت کم لگتی ہے تو حضرت نے جواب دیا کہ یہ جو تم نے لکھا ہے کہ "ذکر چھوڑنے اور بیٹھ کر سوچنے کو دل چاہتا ہے" دراصل یہ ذکر ہی کی برکت ہے کہ فکر سے انس پیدا ہو گیا کیونکہ ذکر سے انس پیدا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے

"اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا
وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "

(پ ۴ سورۃ ال عمران آیت نمبر ۱۹۱)

تو ایک طرف ذکر اور دوسری طرف فکر اور ذکر کے ساتھ فکر کا ہونا ضروری ہے کہ انسان اس ذکر کی بدولت اللہ جل شانہ کی عظمت، قدرت، محبت اور اسی کے خیالات میں کھو جائے، گویا فکر، ذکر کا ہی ثمرہ ہے۔ آگے حضرت نے لکھا کہ اگرچہ یہ برکت ذکر کی ہے لیکن اس کے باوجود ذکر کو ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ بنیاد کے انعدام سے مبنی (عمارت) کا انعدام ہو جائے گا یعنی دل میں جو خیال پیدا ہو رہا ہے کہ میں دن رات اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوچتا رہوں۔

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

اگر تم نے ذکر چھوڑ دیا جس کی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہوئی تو اس کی وجہ سے رفتہ رفتہ فکر کی یہ کیفیت بھی چھوٹ جائے گی لہٰذا ذکر کو ہرگز مت چھوڑنا۔

## ذکر سے کیا مراد اور فکر سے کیا مراد؟

اس کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ذکر سے مراد "ذکر لسانی" ہے اور فکر سے مراد "ذکر قلبی" ہے۔ جب آدمی اللہ جل شانہ کی

عظمت، قدرت اور جلال میں محو ہے تو یہ ذکر قلبی ہے یعنی اللہ کا ذکر دل سے کر رہا ہے۔ بعض لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ جب ذکر لسانی کرتے کرتے اللہ جل شانہ کا خیال دل میں جم گیا اور اس کی عظمت و محبت پیدا ہو گئی تو مقصود حاصل ہو گیا۔ لہذا اس زینہ کی ضرورت نہ رہی تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اس کے چھوٹنے سے وہ رفتہ رفتہ چھوٹ جائے گا اسی کو بناء کے انعدام سے مبنی کا انعدام کہا جاتا ہے۔ بعض جاہل پیروں کا طبقہ کہتا ہے کہ اب تو ہم درویش اور فقیر ہو گئے اور ہر وقت اللہ کی یاد میں گم رہتے ہیں لہذا ہمیں نماز، روزے اور تلاوت کی کوئی ضرورت نہیں (معاذ اللہ) کیونکہ اس وقت میں ہم کو وصول الی اللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ للہذا ہمیں ان کی ضرورت نہیں اور یہ گمراہی صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ ذکر قلبی کو اس قدر مقصود قرار دے دیا کہ اس کے نتیجے میں ظاہری عبادات کو بے کار سمجھنے لگے۔

## حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ سے بارہا مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ سنا جس کو حضرت حکیم الامتؒ نے

بھی اپنے کئی مواعظ میں نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ایک مرتبہ تہجد پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک نور چمکا اور اس نور نے حضرت کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہر طرف چھا گیا اور اس میں سے آواز آئی کہ اے عبد القادر جیلانیؒ! تو ہماری عبادت کے اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ اب تیرے ذمے نہ نماز فرض ہے' نہ روزے' اب تو جو چاہے کر۔ تو حضرت عبد القادر جیلانیؒ نے فوراً فرمایا کہ مردود! دور ہو جا، حضور اقدس ﷺ پر سے تو نماز ساقط ہوئی نہیں حالانکہ ان کا مقام تو بہت ہی اونچا تھا تو جب ان سے ساقط نہیں ہوئی تو مجھ سے کیسے ہو سکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تو شیطان ہے، اور مجھے بھکانے آیا ہے، تو فوراً وہ نور غائب ہو گیا اور دوسرا نور ظاہر ہوا اور اس میں سے آواز آئی کہ اے عبد القادر! آج تجھے تیرے علم نے بچا لیا ورنہ یہ وہ مقام ہے کہ جس میں میں نے اچھے اچھے صوفیاء کو شکست دے دی اور ان کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شیخؒ نے پھر وہی جواب دیا کہ مردود! دور ہو جا، اس لئے کہ مجھے میرے علم نے نہیں بچایا بلکہ میرے اللہ نے بچایا ہے اور شیطان کا یہ دوسرا دھوکہ (علم کے بارے میں) پہلے سے زیادہ خطرناک تھا لہذا لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم ذکر قلبی کر رہے ہیں اور ذکر لسانی، نماز، روزے سب ہم سے ساقط ہو گئے، یہ سراسر گمراہی ہے۔

# ذکر اللہ کے فضائل احادیث کی روشنی میں

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کا ذکر اتنا اور اس طرح کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ دیوانہ ہے۔ (مسند احمد، مسند ابو یعلی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کہیں بیٹھا اور اس نشست میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ نشست اس کیلئے بڑی حسرت و خسران کا باعث ہو گی'

اور اس طرح جو شخص کہیں لیٹا اور اس میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ لیٹنا اس کے لئے بڑی حسرت و خسران کا باعث ہو گا"۔ (سنن ابی داؤد)

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا کہ :

" اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو' کیونکہ اس سے دل میں قساوت (سختی اور بے حسی) پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ آدمی اللہ سے زیادہ دور ہے جس کے قلب میں قساوت ہو۔

(جامع ترمذی)

☆ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا:

"تمام کلموں میں افضل یہ چار کلمے ہیں۔ "سبحان اللہ" اور "الحمدللہ" اور "لا الہ الا اللہ" اور "اللہ اکبر" (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا:

"اس دنیا کی وہ تمام چیزیں جن پر سورج کی روشنی اور اس کی شعائیں پڑتی ہیں' ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ

محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" کہوں۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے، آپ نے اس پر اپنا عصائے مبارک مارا تو اس کے سوکھے پتے جھڑ پڑے (اور ساتھ والوں نے وہ منظر دیکھا) پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کلمے:

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے"۔ (جامع ترمذی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے روزانہ سو دفعہ کہا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اس کے قصور معاف کردیئے جائیں گے اگرچہ کثرت میں سمندر کی جھاگوں کے برابر ہوں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ "کلاموں میں کون سا

کلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا:

"وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لئے منتخب فرمایا ہے۔
یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا:

"دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے' میزان اعمال میں بڑے بھاری اور خداوند مہربان کو بہت پیارے۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

احادیث میں جہاں بھی گناہوں کی معافی کا ذکر ہے اس سے مراد حقوق اللہ میں سے صغیرہ گناہ ہیں حقوق العباد بندے کے معاف کئے بغیر صرف ذکر کرنے سے معاف نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا ذکر کرنے اور اس پر استقامت دائما نصیب فرمائیں۔

آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

# بیت العلوم کی خوبصورت اور معیاری مطبوعات